اسلامی قانون کے بعض اساسی تصورات پر ایک نظر

ایم۔ کے۔ نواز

سنگاپور سے مجلہ رابطہ العالمی الاسلامی "THE WORLD MUSLIM LEAGUE MAGAZINE" کے نام سے ایک انگریزی ماہنامہ نکلتا ہے۔ ڈاکٹر ایم۔ کے۔ نواز کا یہ مضمون اس میں چھپا ہے۔ موصوف برطانوی انسٹی ٹیوٹ برائے بین الاقوامی قانون و تقابل قوانین کے ریسرچ آفیسر ہیں۔ اس مجلہ کے ناشر الدانوء السید ابراہیم بن عمر السقاف قنصل جنرل سعودی عرب متعین سنگاپور ہیں۔ یہاں ڈاکٹر ایم کے نواز کے مضمون کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

قانون اسلامی [1] اور اصول فقہ کے اساسی نظریات کو معرض بحث میں لانے کے اسباب بہت سے ہو سکتے ہیں [2] مختلف ممالک کے قوانین کا تقابلی مطالعہ کرنے والے قانون دان کہہ سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے عقائد و نظریات، جو دنیا کی آبادی کا تقریباً ساتواں حصّہ ہیں، ایک عالمانہ تحقیق کا مناسب ترین موضوع ہیں محض اس قانونی نظام کے معتقدین کی کثرتِ تعداد کی بنا پر ہی نہیں بلکہ اس عہد کے تقاضے کے طور پر بھی جس میں مختلف قانونی نظامات پر اعتقاد رکھنے والوں اور عمل پیرا لوگوں کا بہت سے امور میں ایک دوسرے سے سابقہ پڑتا ہے [3] دوسری جانب بین الاقوامی قانون دان اس بحث کے لئے یہ وجہ جواز پیش کر سکتے ہیں کہ بین الاقوامی عدالت انصاف کے ضابطے کی دفعہ ۳۸ (ا) ج کے مطابق جو عالمی عدالت سے مہذب اقوام کے تسلیم کردہ عام اصول قانون" کے نفاذ کا تقاضا کرتی

ہے، اسلام کے قانونی اصولوں کا جو مختلف النوع بین الاقوامی مسائل سے متعلق ہیں، جائزہ عالمی عدالت کے لئے مسلم اور غیر مسلم ریاستوں کے مابین یا مسلم ریاستوں کے باہمی تنازعات کے حل کے لئے انتہائی مفید ہوگا[4] یہ اسباب بھی بجائے خود اسلامی قانون کے ازسرِنو مطالعہ کے لئے کافی ہیں، لیکن اس سے زیادہ اہم حقائق بھی ہیں جو اس مطالعہ کے محرک بنے۔ ان میں سے ایک محرک وہ سماجی ہیجان ہے، جس سے آج کا مسلم معاشرہ خواہ وہ تونس ہو یا پاکستان، ہر کہیں دوچار ہے اور پھر بیشتر ریاستوں کی، جن میں مسلم ریاستیں پیش پیش ہیں، یہ کوششیں کہ معاشرے کو اسلامی اصول و نظریات کی بنیادوں پر ازسرِنو استوار کیا جائے اس مطالعہ کی ضرورت کا دراصل سب سے بڑا محرک ہیں[5] اس مطالعہ کے پس منظر کے طور پر اسلام کی قانونی تاریخ کی ابتدا کا جائزہ ضروری ہے۔ اس مقالے میں پوری طرح احتیاط کی جائے گی کہ مسائل کو معنی خیز انداز میں پیش کیا جائے تاکہ اس سے متعلقہ بنیادی سوالات پر توجہ پوری طرح مرتکز ہوسکے۔

اسلامی قانون کی ابتدا اور ارتقا

اسلامی قانون کے جدید و قدیم دونوں طرح کے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ اسلامی قانون کے مآخذ یا اصول چار ہیں:۔ قرآن ۔ سنت ۔ اجماع اور قیاس[6]

اوائل اسلام کے فقیہ و عالم دین امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جن کی معرکۃ الآرا تصنیف الرسالہ کی وجہ سے ان کو شہرت دوام حاصل ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ اسلامی قانون کے چار ماخذ ہونے کا نظریہ سب سے پہلے انھوں نے پیش کیا[7]۔ امام شافعیؒ کے بعد علماء فقہاء میں یہ نظریہ اتنا مقبول ہوا کہ اب اسے اسلام میں ناقابل تردید صداقت کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن اگر علماء اسلامیات سطح سے نیچے دیکھنا شروع کردیں اور اسلامی ممالک میں مختلف اثرات کا بغور مشاہدہ کریں تو یہ بیان بعید از حقیقت بلکہ مغالطہ آمیز نظر آئے گا۔ شاید اس امر کی نشان دہی کے لئے کوئی زیادہ قانونی مہارت کی ضرورت نہیں کہ اسلامی قانون کا یہ چہار ماخذی نظریہ نادرست ہے۔ درحقیقت ظہور اسلام سے لے کر تاریخ کے تمام ادوار میں قانونی ضوابط کا اجرا فرمانرواکے فرامین کے ذریعے ہوتا آیا ہے جو سلطنت میں امن و امان قائم رکھنا چاہتا تھا۔ ہمیشہ نہیں تو اکثر یہ قواعد و ضوابط اور اصول "فرمانوں" کی صورت میں تحریر میں لائے جاتے تھے اور اطلاع عام کے لئے رعایا میں شائع کئے جاتے تھے[8] یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ان شاہی فرامین سے اگر کسی حد تک ان کے مخاطب لوگ ان پر عمل بھی کرتے تھے۔ آخر اسلامی قانون کے مصنفین نے صرفِ نظر کیوں کیا[9]۔ اسی طرح ان رسوم و رواج اور عروف و تعالید کو جو ان احکام کو وجود میں لانے میں اتنا اہم کردار ادا کرتے تھے، کیوں نظر انداز کیا جاتا رہا[10]

آخر ایسی کون سی دقّتیں تھیں جن کی وجہ سے ان مآخذوں کو باقاعدہ تسلیم نہ کیا گیا ؟ یہ ہیں وہ سوالات جو ہماری اس تحقیق و مطالعہ کا مرکزی موضوع ہیں۔

اہم ترین سوال جو خصوصی نوعیت کا حامل ہے، یہ ہے کہ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ قرآن و سنت اسلامی قانون کے دو جلیل القدر مآخذ ہیں، ان میں مذکورہ قانونی اصلوں (NORMS) اور معیارات کی تاویل و تعبیر کے لئے کیا قواعد ہوں گے؟ بالفاظ دیگر کیا ان قانونی اصلوں کی تعبیر اور ان سے استنباط اسی طرح کیا جائے جیسے دوسری دستور ساز دفعات سے کیا جاتا ہے یا ان کی تعبیر و استنباط کے لئے ان سے مختلف اصول ہوں گے کیونکہ ان اصلوں کے مبداء کی خاص نوعیت ہے۔ ان سوالات کے تسلی بخش جواب فراہم ہونے سے نہ صرف یہ کہ بہت سے موضوعات مثلاً معاہدات، جائداد، جنگ و امن کے بارے میں اسلامی قانون کے قواعد متعیّن کرنے میں مدد ملے گی بلکہ قانونی اصلوں اور دوسری اصلوں میں امتیاز کرنا بھی ممکن ہو سکے گا۔ یہ اصولِ قانون کا ایسا پہلو ہے، جس پر ابھی تک پوری روشنی نہیں ڈالی گئی۔

بعض محققین کا بجا طور پر خیال ہے [11] کہ قانون، اسلام میں بھی دین سے متاخر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو آپؐ کی پہلی حیثیت ایک دینی مصلح کی تھی بعد میں آپؐ کی شخصیّت کا ظہور شارع رسول کی حیثیت میں ہوا۔ درحقیقت ۶۲۲ء میں مکّہ سے مدینہ کی طرف ہجرت وہ عظیم تاریخی واقعہ ہے جو تاریخ اسلام کا ایک فیصلہ کن موڑ بن گیا [12] مدینہ میں آکر اسلام نئی شان میں جلوہ گر ہوا۔ یہ اب محض دینی دعوت نہ رہا بلکہ سیاسی سماجی نظام بن گیا [13] اس کے ساتھ ساتھ حضرت محمدؐ کی حیثیت بھی نمایاں طور پر تبدیل ہو گئی [14] آپؐ امت مسلمہ کے سربراہ بن گئے۔ ابتداء میں یہ امت دو طبقوں پر مشتمل تھی۔ انصار (مدنی مسلمان جنہوں نے مکّہ سے آنے والے مسلمانوں کو پناہ دی) اور مہاجرین (مکّہ سے آنے والے مسلمان)۔ لیکن بعد میں (کم سے کم تھوڑے عرصے ہی کے لئے سہی) اس میں عرب کے چند غیر مسلم قبائل بھی شامل ہو گئے [15] اور امت کے معاملات میں نظم اور باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے ایک قانونی نظام ناگزیر ہو گیا۔ وہ کون سی ہستی ہو سکتی تھی جو مطلوبہ قانونی اداروں کے قیام اور قانونی ضوابط کی تشکیل کرے؟ امت مسلمہ کے لئے اس سوال کا جواب بالکل واضح تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا۔ چنانچہ قانون سازی کے تمام اعمال و وظائف آپؐ کی ذات سے وابستہ ہو گئے۔ وہ قانونی اصلیں، جو نبی اکرمؐ سے مروی یا منسوب ہیں، تمام مختلف النوع معاملات پر مشتمل ہیں۔ مثلاً نجی معاملات، معاہدات، وراثت اور باہمی گروہی معاملات۔ یہی اصلیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر قرآن اور احادیث

رسنت کی مدون یادداشت) کی صورت میں جمع ہوگئیں. چنانچہ اس طرح ان قانونی اصلوں کے مآخذ قرآن اور احادیث بن گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو بہت سی دور رس تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئیں ان میں سب سے اہم وہ ہیں جو اسلامی قانون میں عمل میں آئیں۔ اوّلاً قرآن کا نزول اور اس کے ساتھ ہی حضور ؐ کی قانون سازی کا عمل رک گیا. ثانیاً سنت کا سلسلہ ختم ہوگیا. لیکن ارتقاء پذیر اسلامی معاشرے میں قانونی نظام کے تحفظ کا مسئلہ درپیش تھا. شروع کے فقہا نے کہا کہ قرآن و سنت میں ان تمام ممکن قانونی مسائل کے حل موجود ہیں جو مسلم معاشرے کو پیش آسکتے ہیں اور یہ بات عام طور پر تسلیم کرلی گئی کہ علماء ذہنی کاوش سے ہر پیش آمدہ صورت حال کے لئے قرآن و حدیث سے قانونی احکام کا استنباط کرسکتے ہیں. مثلاً امام شافعیؒ کا کہنا تھا کہ وحی خداوندی، جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں بیان ہوئی ہے، ہر ممکن صورت حال پر محیط ہے[16] نتیجہ یہ ہوا کہ اس نظریے کو بہت جلد اسلامی فقہ میں اعتقادی اہمیت حاصل ہوگئی[17]

بہر کیف اس کے یہ معنی نہیں کہ اسلام میں قانونی نظریات کے ارتقاء میں فقہا کا حصہ کسی طرح کم اہمیت کا حامل ہے. کیونکہ قرآن اور سنت کی قانونی اصلوں کی تلاش اور پھر ان کی تعبیر کا کام فقہا ہی کو کرنا پڑا. اگرچہ انھوں نے تعبیر و استنباط کے سلسلے میں اپنے فرائض مذہب اور دینیات کے چوکھٹے کے اندر ہی انجام دیئے. تاہم حقیقت یہی ہے کہ اسلامی اصول فقہ کی بنیادیں ان فقہاء ہی کی قائم کردہ ہیں[18] یہ فقہائے متقدمین ہیں، جنھوں نے اجماع[19] اور قیاس[20] کے نظریے کی تشکیل کی. فقہاء نے جونہی محسوس کیا کہ نت نئے ابھرتے ہوئے پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے قرآن و سنت میں مذکورہ قرآنی احکام ناکافی ہیں، انھوں نے قانون کے ارتقاء و تشکیل کے لئے نئے طریقے وضع کرنے شروع کئے. واقعتہً یہ معاشرتی تغیر کا دباؤ تھا جس نے نئے قانونی نظریات کی تشکیل کے تقاضے کو جنم دیا. مختلف مراکز میں مثلاً عراق میں بصرہ اور کوفہ، حجاز میں مدینہ اور مکہ، مذاہب فقہ وجود میں آئے. یہ مذاہب فقہی سرگرمیوں کے مرکز بن گئے. اس قدیم نظریے کے باوجود کہ اجماع اور قیاس محض قرآن و سنت کا تکملہ ہیں، یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ اسلامی قانون کے ارتقاء میں فقہائے متقدمین نے کیا کردار ادا کیا ہے. اس سے یہ شہادت بھی فراہم ہوتی ہے کہ اسلام کے قانونی نظام میں منطق اور عقل کا کیا کردار رہا ہے. کیونکہ قیاس کے ذریعے احکام کا استنباط منطقی تجزیے کے بغیر کیسے ممکن تھا[21]۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسلامی قانون کے اس تشکیلی دور میں بہت سے قانونی تصوّرات دوسرے

قانونی نظاموں سے بھی لئے گئے۔ مثلاً رومی، ساسانی، تالمودی، حتیٰ کہ مشرقی کلیساؤں کے قانون شریعت[۲۱] بھی استفادہ کیا گیا۔ جوزف شاخت لکھتے ہیں :۔

"مفتوحہ علاقوں کے قانونی نظاموں سے اسلامی قانون اپنے ابتدائی دور میں جس طرح متاثر ہوا اس کا دائرہ قانونی تصوّرات اور اصولوں کو بھی شامل تھا، حتیٰ کہ علم قانون کے بنیادی تصوّرات بھی متاثر ہوئے مثلاً باقاعدہ استدلال کے طریقے اور علماء کے اتفاق رائے کا تصوّر (اسی طرح کے در آمدہ نظریات تھے)"[۲۲]

۵۰ھ۔۲۵۰ھ کے دور میں اسلامی اصولِ دین میں سب سے بڑھ کر تصنیف و تالیف کی سرگرمی نظر آتی ہے۔ فقہ اور شریعت ہر دو پر رسائل لکھے گئے۔ شریعت سے متعلق رسائل اکثر امن و جنگ اور معاہدات پر مشتمل ہوتے تھے[۲۳] کہا جاتا ہے کہ چار مکاتب فقہ میں سے ایک کے بانی امام ابو حنیفہ (متوفی ۷۶۷ء) نے اسلام کے امن و جنگ کے اسلامی قانون پر مسلسل خطبات دیئے تھے۔[۲۴] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسلام میں بین الاقوامی قانون پر قلم اٹھانے والے اوّلین مصنّفین میں سے امام شیبانی کی تحریریں اور افکار ان خطبات سے بہت متاثر ہیں[۲۵]

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی قانون کے ارتقاء میں فقہاء کا حصّہ نہایت ہی فیصلہ کن اہمیت رکھتا ہے۔ بجا کہ ان فقہاء کا دائرہ کار دینیات کے چوکھٹے کے اندر تک محدود رہا اور قرآن و سنت میں مذکورہ قانونی اصلوں کے معصوم عن الخطا کے نظریہ کی ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے تاہم یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلامی قانون کو اجماع اور قیاس جیسی دو ضمنی بنیادیں مہیا کیں اور اسلامی نظام قانون کے ارتقاء میں ہمہ تن مصروف رہے۔

روایتی تعبیر کا جائزہ

اسلامی قانون میں منجملہ دوسرے مآخذ کے قرآن کریم کو ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ قرآن میں مذکور قانونی اصلوں کا جائزہ ہمارے مطالعہ کا سر آغاز ہوگا۔ قرآن کو ان تمام الوہی الہامات کا مجموعہ مانا جاتا ہے جو حضرت جبرئیل کے ذریعہ حضرت محمدؐ پر نازل ہوئے[۲۶] یہ عقیدہ ہے کہ قرآن دنیا کو ایک ضابطہ کی صورت میں تمام کا تمام ایک ہی وقت میں نہیں دیا گیا بلکہ ۶۰۹ء سے ۶۳۲ء تک ۲۲ سال کے طویل عرصے میں نجماً نجماً دیا گیا[۲۷] یہ بھی مانا گیا ہے کہ قرآن موجودہ شکل میں حضرت نبی اکرمؐ کی وفات کے ۱۸ سال بعد مدون و مرتب ہوا۔ تاہم یہ عقیدہ بہت واضح اور مستحکم ہے کہ قرآن کا متن خالص اور مستند ہے[۲۸]

قرآن درحقیقت قانون کی کتاب نہیں۔ یہ عقائد، اخلاق، حفظانِ صحت، آداب اور قانون جیسے مختلف موضوعات پر مشتمل ہے۔ قانونی اہمیت کے اصول اتنے زیادہ نہیں۔ فقہاء میں اس بات پر اختلاف ہے کہ قرآن میں احکامی آیات کی

کیا ہے [۲۹] جہاں احکامی آیات کی تعداد متعین کرنا اتنا آسان نہیں کیونکہ تاریخ قانون میں کبھی بھی قانونی اور دوسری اصلوں میں فرق واضح نہیں رہا، وہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کی قانونی اصلیں گوناگوں موضوعات میں شامل ہیں، مثلاً نکاح، طلاق، قانون فوجداری، قوانین جنگ، معاہدات اور قوانین امن [۳۰]

ان قانونی اصلوں (NORMS) کا مفہوم و مقتضی کیا ہے؟ یہ قانونی اصلیں جدید مسلم ریاستوں کے قوانین پر کس طرح اثر انداز ہوئی ہیں؟ یہ سوالات بے حد اہم ہیں۔

ان قانونی اصلوں کی اہمیت کو پوری طرح سمجھنے کے لئے ان کے مبداء کا علم ضروری ہے۔ مسلم اور غیر مسلم مصنفین بالعموم ان کے مبداء کے بارے میں متفق نظر آتے ہیں۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل چند آراء سے ہوگا۔ جناب عبدالرحیم لکھتے ہیں: احکامی آیات بیشتر ایسے واقعات کے سیاق میں اتریں جو حقیقتاً پیش آئے [۳۱]۔ پروفیسر میکڈانلڈ کا بھی یہی خیال ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کا تشریعی حصہ ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو مدینہ کے لوگوں کے نزاعات اور سوالات کے پیش نظر آسمان سے نازل ہوئے۔ یہ نظام کلیتہً واقعاتی اور موقع کے مطابق تھا۔ لیکن کسی دستوری ضابطے کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا [۳۲] امیر علی [۳۳]، یوسف علی [۳۴]، گرونے بام [۳۵] اور جوزف شاخت کا بھی یہی خیال ہے۔ [۳۶]

ان علماء نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ قرآن کی قانونی اصلیں دراصل وہ قانونی حل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی اور مدنی زندگی میں معاشی، سماجی اور سیاسی مسائل کے لئے پیش کئے گئے۔ موجودہ قانون نظریات کے الفاظ میں، یہ قانونی اصلیں ایک عہد گزشتہ، یعنی جزیرہ عرب کی ساتویں صدی کے اوائل کی قانونی نظیریں ہیں۔

اسلامی قانون کے بیشتر مصنفین، خصوصاً مسلم علماء، ان قرآنی اصلوں کی قطعاً مختلف اور عظیم الشان اہمیت سمجھتے ہیں [۳۷] اس گروہ کے نظریات کی نمائندہ رائے کے طور پر ہم الازہر قاہرہ کے پروفیسر محمد عبداللہ دراز کے الفاظ پیش کرتے ہیں: قرآن، کلام اللہ بذات خود مکمل ہے۔ یہ بلا خوف تردید سچا، کسی غلطی سے مبرّا ہے [۳۸] یہ رائے اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں، جس میں ہمارا اپنا عہد بھی شامل ہے، مسلم علماء کی طرف سے پیش کی جاتی رہی ہے۔ مثال کے طور پر مشرق قریب کی مسلم ریاستوں کے ایک نمائندہ وفد نے اقوام متحدہ کی قانون دانوں کی مجلس کو یہ یادداشت پیش کی:۔

"(اسلام میں) قانونی احکام کا مبداء خدائی احکام ہیں جو کہ بلاواسطہ قرآن میں مذکور ہیں یا بالواسطہ

حدیث رسول، السنۃ میں موجود ہیں"۔[۳۹] حال ہی میں حکومت پنجاب (پاکستان) کی جانب سے پاکستان میں ۱۹۵۳ء کے فسادات کی تحقیقات کے لئے جو کمیٹی قائم ہوئی، اس کی تفتیش کے دوران اسلامی قانون کے سوال پر بھی اسی قسم کے جوابات دیئے گئے[۴۰]

مختصر یہ کہ مسلم مصنفین کا خیال یہی ہے کہ قرآن کی قانونی اصلوں کی بنیاد مشیئت خداوندی پر ہے۔ اس بارے میں استدلال یہ ہے کہ اگر قرآن الہامی ہے، جیساکہ اس کا اپنا دعویٰ بھی ہے[۴۱] تو قرآن کا قانونی نظام بھی الہامی ہے۔ اس دعویٰ میں منطقی ربط تو واقعی ہے لیکن اس دعویٰ کی ترتیب علم دینیات پر مبنی ہے علم قانون پر نہیں[۴۲] عین ممکن ہے کہ متقدمین علمائے دینیات اور فقیہہ علم دینیات اور قانون میں امتیاز نہ کر پاتے ہوں[۴۳] لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ ہم بھی ان کی صحیح حیثیت متعین نہ کریں۔ تاہم تمام مسلم فقہا[۴۴] نے امام شافعیؒ سے لے کر عبدالرحیم[۴۵] تک اسی نظریے کا اظہار کیا ہے۔ یہ بات بے حد دلچسپ ہے کہ چودھویں صدی عیسوی کے مشہور فلسفی مؤرخ ابن خلدون کو قانون اور کلام میں تطبیق کے اہم مسئلہ سے دوچار ہونا پڑا۔ تاریخ کے منصب کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

"تاریخ ایک علم ہے جو مختلف قوموں اور نسلوں میں بہت وسعت کے ساتھ معروف ہے۔ عالم و جاہل دونوں اسے سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ظاہری اور سطحی طور پر تاریخ سیاسی واقعات، خاندانوں اور ماضی کے حادثات کے متعلق معلومات سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔

دوسری جانب، تاریخ باطنی طور پر غور و فکر اور صحیح بات کی جستجو سے عبارت ہے۔ یہ موجود اشیاء کی ابتداء اور اسباب کی لطیف توجیہات اور واقعات کے کیف و کم کے دقیق علم پر مشتمل ہے"[۴۶]

اس کے مطابق تاریخ کا حقیقی منصب ہر واقعہ کی ابتدا اور اس کی عقلی توجیہہ ہے۔ لیکن یہ نظریہ بھی ابن خلدون کے خیال میں اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں محل ترمیم و نظر ہوگا۔ مثلاً عقیدۂ توحید و رسالت اور دوسرے عقائد تحقیق و تفتیش کا موضوع نہیں ہو سکتے۔ ابن خلدون نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ "ہر شخص کو اپنے مفروضات کی جامعیت پر متشکک ہونا چاہیئے اور ان مفروضات سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ بھی ناقابل یقین ہیں۔ اس لئے ہر ایک کو شارع کے حکم کے مطابق عقیدہ اور عمل کو ڈھالنا چاہیئے"[۴۷] ایک اور جگہ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔ شارع نے ہی ہمیں تعلیم دی کیونکہ شارع کو ان اشیاء کے بارے میں زیادہ علم تھا جو مسرت سے ہمکنار کرتی ہیں۔ اس لئے کہ شارع ان اشیاء کو بھی دیکھ سکتے تھے جو حواس خمسہ سے بالا ہیں[۴۸] اکثر اسلامی تحریروں میں طرز استدلال عام طور پر اسی طرح پایا جاتا ہے[۴۹] روایتی اسلامی مدارس میں تعلیم انہی خطوط پر ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ الازہر میں علوم کی اہم ترین شاخیں

یہ ہیں: علم الکلام، علم التوحید، علم التفسیر، علم الحدیث، علم الفقہ، اصول الفقہ۔

ان کی بنیادیں الہامی سمجھی جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کے بارے میں کسی قسم کی تفتیش یا تنقید جائز نہیں۔ بلکہ ان کو اسی طرح تسلیم کرنا ضروری ہے جیساکہ سلف سے چلا آرہا ہے [50] یہاں تک کہ محمد عبدہ [51] (۱۸۴۹ء - ۱۹۰۵ء) اور محمد اقبال [52] (۱۸۷۶ء - ۱۹۳۸ء) جیسے عظیم مصلحین اور ترقی پسند مفکرین بھی اسلام میں "اساسیّت" (FUNDAMENTALISM) کے اس رجحان کے خلاف آواز اٹھانے کی جراءت نہ کرسکے۔ علّامہ اقبال جنہوں نے چند اساسی قانونی اصولوں کی تعبیر نو پر زور دیا، سچّے دل سے اس بات کے قائل تھے کہ قرآنی احکام میں اتنی حرکیت (DYNAMISM) ہے کہ معاشرے کی بدلتی ہوئی ضروریات کو پورا کرسکتے ہیں۔ اسلامی قانونی نظام کی بنیادوں کو جس شکل میں ہیں تسلیم کرتے ہوئے محمّد عبدہ اور علامہ اقبال نے اسلامی قانونی نظام میں محض چند تبدیلیوں کا اگرچہ وہ بھی اہمیت میں کسی طرح کم نہیں، مطالبہ کیا [53] چنانچہ محسوس یہ ہوتا ہے کہ اسلام میں جوںہی نظریۂ حیات (IDEOLOGY) نے مومن سے وفاداری کا تقاضا کرنا شروع کیا [54] اسی وقت عقلی یا منطقی طریقے کا خاتمہ ہوگیا۔ بالفاظ دیگر اسلامی قانون کی روایتی تعبیر کے دوران منطقی طریقے کو دینیاتی عقائد نے محاصرے میں لے لیا [55]

تاہم یہ نظریہ کہ قانونی نظام معصوم عن الخطأ اور الہامی ہے، تاریخ قانون میں نیا نہیں اور نہ یہ اسلامی قانون ہی کی خصوصیت ہے۔ یہودی [56] یونانی اور ہندو قانون میں بھی یہی دعوے ملتے ہیں۔ راسکو پاؤنڈ لکھتا ہے

"دورِاوّل کے قانون میں قانونی ضوابط کے مجموعے کو اکثر و بیشتر کسی دیوتا یا کسی ملہم پیغمبر یا رشی سے منسوب کردیا جاتا ہے یا قانونی اور سیاسی تمام اداروں کو کسی موسیٰ (ع) سے وابستہ کردیا جاتا ہے۔ سپارٹا کا قانون اور اس کے سماجی ادارے لیکورگوس سے منسوب ہوئے۔ روما کے قانونی اور سیاسی ادارے جن کی فوجی نوعیت تھی، رومولوس سے وابستہ کردیئے گئے اور مذہبی نوعیت کے نوما سے" [58]

قانونی اصلوں کی الہامی بنیادوں کی بہت سی توجیہات ہوسکتی ہیں۔ پاؤنڈ کا خیال ہے کہ "یہ ایک کوشش ہے کہ رواج کی جس سے کہ تحفظ عامہ وابستہ ہے، قدامت اور اقتدار کو استعارے کے انداز میں قانون کی تقدیس کا جامہ پہنا دیا جائے" [59]

اس کے برعکس مجید خدوری کا خیال ہے کہ اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح اس فقہی نظام کے لیے عقلی تائید مہیا کرنے کی خاطر اس بات پر زور دیا کہ اس کا امثالی نظام ایک الہامی مآخذ پر مبنی ہے جو مشیئت خداوندی اور

عدل پر مشتمل ہے [۶۰] قانونی اصلوں کے الہامی ہونے کی توجیہات اور محرکات کچھ بھی ہوں، بہر حال شروع کے ادوار اور قرون وسطیٰ کے تمام قانونی نظامات کی صورت حال مشترک ہے اور واحد ہے۔ آج کے خلائی دور میں قانونی نظام کے الہامی ہونے کا نظریہ ایک عقلیت پسند کو واقعی عجیب معلوم ہوگا لیکن اس میں شک نہیں کہ ماضی میں کئی نسلوں کے ملئے یہ عقل سے قریب تر اور اپنے زمانوں میں سماجی مقاصد کے لئے بے حد مفید رہا ہے [۶۱]

اس دعویٰ سے شروع کرتے ہوئے کہ قرآن کلام الٰہی پر مشتمل ہے، فقہائے متقدمین نے وہ قواعد کلیہ اور اصول استنباط متعین کئے جو قرآن کی قانونی اصلوں پر منطبق ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ مسلم [۶۲] اور غیر مسلم مصنفین [۶۳] دونوں نے تصدیق کی ہے کہ استنباط کے قواعد بیشتر مسائل میں انگریزی امریکی قانونی نظام کے دستوری قواعد سے مشابہ ہیں۔

عبدالرحیم اپنی کتاب "محمدّی فقہ" میں ان اصول استنباط کا جائزہ لیتے ہیں جو قرآن کی قانونی اصلوں پر منطبق ہوتے ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ تعبیر کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ شارع کی مراد کو دریافت کیا جائے [۶۴]۔ دو بظاہر متعارض قانونی متون میں باہمی تطابق کیا جائے [۶۵] اس صورت میں کہ دو متضاد قانونی متون ناقابل تاویل ہوں، تو جو زمانی لحاظ سے متاخر ہو، اسے مقدم پر ترجیح دی جائے [۶۶] تقریباً یہی قواعد مولانا محمدؐ علی نے اپنی کتاب "مذہب اسلام" میں تجویز کئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کی ایک کُل کی حیثیت سے تعبیر کی جائے اور اگر کہیں قرآن کی دو عبارتوں میں تضاد اور تناقض پایا جائے تو تطبیق و توفیق کے طریقے سے ان میں ہم آہنگی پیدا کی جائے [۶۷] ان قواعد سے امام شافعیؒ کے ان تفصیلی قواعد کی یاد تازہ ہوتی ہے جو انھوں نے الرسالہ میں ذکر کئے۔ اس ضمن میں خصوصی اہمیت کا حامل نظریہ ناسخ و منسوخ ہے [۶۷ الف] جس کا الرسالہ میں بھی ذکر ہے۔ یہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس سے اسلامی قانون کی ترقی یافتہ نوعیت کی شہادت ملتی ہے اور ساتھ ہی اس بات کا بھی اثبات ہوتا ہے کہ اس کے ارتقاء میں انسان کے ذہنی اختراع نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

مولانا مودودی نے تعبیر کے لئے مندرجہ ذیل قاعدہ تجویز کیا ہے:

"قرآن کی صحیح تعبیر کے لئے جو طریق کار اختیار کیا جانا چاہیئے وہ یہ ہے کہ پہلے تو الفاظ اور اُن کی ساخت پر عربی زبان و قواعد کے مقتضیات کے مطابق غور کیا جائے، پھر اس سیاق و سباق پر غور کیا جائے جس میں وہ وارد ہوئے ہیں۔ پھر اس خاص موضوع سے متعلقہ دوسری آیات کو جو قرآن کریم کے دوسرے مقامات پر مذکور ہیں، جمع کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ زیر بحث آیت کی کون سی ممکن تعبیر ان آیات سے ہم آہنگ ہے اور کون سی مخالف ہے" [۶۸] (باقی)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ اس مقالے میں" اسلامی قانون" کی جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے اس سے مراد وہ تمام قوانین ہیں جو ایک مسلم ملک اپنے لئے واجب العمل سمجھتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کے مفہوم میں نہ صرف شریعت کے جاری کردہ احکام (جن کو عموماً اسلامی ضابطۂ قانون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) شامل ہیں، بلکہ وہ قوانین بھی شامل ہیں جو نظم ونسق اور عدالتی فیصلوں کے ذریعے ارتقا پذیر ہوئے۔

۲۔ جے۔این۔ ڈی۔ اینڈرسن کی کتاب 'اسلامک لا اِن دی ماڈرن ورلڈ' (نیویارک ۱۹۵۹ء) پر سباہباشی کا پیش لفظ ص ۹۔۲۰۔ اور ملاحظہ ہو جے۔ این۔ ڈی۔ اینڈرسن کی کتاب 'دی سِگنی فیکینس آف اسلامک لا ان دی ورلڈ ٹوڈے'۔ ۹۔ امیریکن جرنل آف کمپیریٹو لا' (۱۹۶۰ء ص ۱۸۷۔ ۱۹۸۔ پروفیسر مجید خدوری اسلامک جیورس پروڈنس، شافعیز رسالہ (بالٹی مور ۱۹۶۱ء ص ۸) کا خیال ہے کہ مسلمان ممالک میں آنے والی قانونی اصلاحات کو سمجھنے کے لئے اسلامی اصول فقہ کا مطالعہ بصیرت افروز ہوگا۔

۳۔ دیکھئے رد ولف بی سچلسنگر' کے مضامین۔ 'دی کامن کور آف لیگل سسٹمز'۔ 'این امیرجنگ سبجکٹ آف کمپیریٹو لا'، رسالہ ٹوئنٹی اینتھ سینچری کمپیریٹو اینڈ کنفیلکٹس لا' ایڈیٹر کرٹ ایچ نیڈل مین اور دوسرے (لیڈن ۱۹۶۱ء) ص ۶۵۔ ۷۹۔

۴۔ اس سلسلے میں دیکھئے:۔ پرسی۔ ای کوربیٹ کا مضمون 'دی سرچ فار جنرل پرنسپلز آف لا ۴۷' ورجن لا ریویو میں (۱۹۶۱ء) ص ۸۱۱۔ ۸۲۶ اور دوسری کتابیں جن کا اس میں اشارہ ہے۔ نیز ردولف بی سچلسنگر کا مضمون 'ریسرچ اون دی جنرل پرنسپلز آف لا ری کاگنائز ڈبائی سِولائزڈ نیشنز ۵۱'، رسالہ 'امیریکن جرنل آف انٹرنیشنل لا (۱۹۵۷ء) ص ۷۳۴۔ ۷۵۳ میں۔

۵۔ اپنی کتاب اسلامک لا ان دی ماڈرن ورلڈ' میں خصوصاً دوسرے اور پانچویں باب میں پروفیسر اینڈرسن نے بڑے واضح انداز میں بیسویں صدی کے وسط کے اسلامی قانون کی تصویر پیش کی ہے۔ اس ضمن میں حال ہی میں لکھی گئی دو کتابوں کا ذکر ضروری ہے، جن کے مصنفین کا خیال ہے کہ قدیم اسلامی قانون موجودہ اسلامی ممالک کے قانونی مسائل کو حل کرنے کے لئے کافی ہے۔ (۱) محمد اسد کی کتاب 'دی پرنسپلز آف سٹیٹ اینڈ گورنمنٹ ان اسلام (برکلیے ۱۹۶۱ء) (۲) سعید رمضان کی کتاب 'اسلامک لا۔ اٹس سکوپ اینڈ ایکیوٹی (لندن ۱۹۶۱ء) اس سلسلے میں

دستور پاکستان (۱۹۶۲ء) کا ذکر بھی ضروری ہے جس میں اسلامک آئیڈیالوجی کی متابعت کا اعلان کیا گیا ہے۔ دیکھئے، پاکستان نیوز ڈائجسٹ (کراچی) اپریل ۱۹۶۲ء۔

(۶) عبدالرحیم 'محمڈن جیورس پروڈنس' (مدراس ۱۹۱۱) ص۵۲-۵۵۔ اے۔ کے بروہی 'فنڈے مینٹل لا آف پاکستان' (کراچی ۱۹۵۸ء) ص۱۷۔ سی۔ سنوک ہرگرونئے 'سیلیکٹڈ ورکس۔ ایڈیٹر جی۔ ایچ بوسکویٹ اور جے شاخت (لیڈن ۱۹۵۷ء) ص۲۶۸-۸۹۔ ایس۔ جی۔ ویزی فٹز گیرلڈ 'نیچر اینڈ سورسز آف دی شریعہ'، رسالہ 'لا ان دی مڈل ایسٹ' میں ایڈیٹر مجید خدوری اور ایچ۔ جے لیبسنی (واشنگٹن ڈی۔ سی۔ ۱۹۵۵ء) جلد ا ص۸۵-۱۱۲۔ ویزی فٹز گیرالڈ مذکورہ بالا چار اصول گنانے کے بعد لکھتا ہے "ان کے علاوہ بھی (شریعت کے) کئی دوسرے درجے کے ماخذ ہیں"۔ یہ جملہ یقیناً بڑا پر معنی ہے۔

(۷) مجید خدوری۔ اسلامک جیورس پروڈنس؛ شافعیز رسالہ محولہ بالا ص۸۔ جے شاخت۔ ڈی اور جنز آف محمڈن جیورس پروڈنس' (آکسفورڈ ۱۹۵۸ء) ص۱۔ اس کے بعد اسے صرف 'اورجنز' لکھا جائے گا۔

(۸) ایم کے۔ نواز 'سم لیگل ایسپیکٹس آف اینگلو مغل ریلیشنز'۵۔ انڈین ییر بک آف انٹرنیشنل افیئرز' (۱۹۵۶ء) ص۷۷-۸۳

(۹) ایم۔ کے نواز 'سم ایسپکٹس آف انٹرپریٹیشن آف اسلامک لا' ان دی پاسٹ ۸ انڈین ییر بک آف انٹرنیشنل افیئرز (۱۹۵۹ء) ص۱۲۷-۱۳۵

(۱۰) غالباً اسی لئے اکثر مصنفین لکھتے ہیں: اسلامی قوانین دوسرے قوانین سے اس لئے الگ ہیں کہ یہ اکثر معاشرے کی روزمرہ کی زندگی کے قدرتی ارتقاء کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ اصولیین کی ذہنی کاوشوں سے ارتقاء پذیر ہوئے ہیں۔ حوالہ کے لئے دیکھئے اے۔ ایس۔ ٹرٹن 'اسلام' (لندن ۱۹۵۱ء) ص۵۵۔ نیز ملاحظہ ہو جے۔ شاخت 'دی سکولز آف لا اینڈ لیٹر ڈی ڈیلپمنٹس آف جیورس پروڈنس' رسالہ "لا ان دی مڈل ایسٹ" میں محولا بالا ص۲۸-۵۶

(۱۱) جوزف شاخت کا خیال ہے کہ پہلی صدی کے غالب حصے میں اسلامی قانون اصطلاحی معنوں میں موجود نہیں تھا۔ دیکھئے۔ جے۔ شاخت 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈی ویلپمنٹ آف جیورس پروڈنس' رسالہ 'لا ان دی مڈل ایسٹ' میں محولہ بالا ص۱۱۷

(۱۲) فلپ۔ کے۔ ہتی ہسٹری آف دی عربز' (لندن ۱۹۵۱ء۔ پانچواں ایڈیشن) ص۱۱۶

(۱۳) پروفیسر ہتی نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اب تک ریاست کے اندر ایک مذہب تھا، لیکن مدینہ میں

بدر کے بعد یہ ریاستی مذہب سے بھی بڑھ گیا بلکہ یہ خود ریاست بن گیا' ص۱۷۱

(۱۴) جے۔ شاخت۔ 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈی ویلپمنٹ آف جیورس پروڈنس' رسالہ 'لا ان دی مڈل ایسٹ' محولا بالا ص۲۸-۵۶

(۱۵) اسلام کے اوّلین معاہدات میں بنو عوف کے یہودی قبیلہ سے معاہدہ میں (۱ھ اور ۲ھ) یہ درج ہے کہ بنو عوف مومنین کے ساتھ ایک امت ہیں۔ بحوالہ ابن اسحاق۔ سیرت رسول اللہ۔ ترجمہ اے گلیوم (آکسفورڈ یونیورسٹی ۱۹۵۵ء) ص۲۳۳

(۱۶) بحوالہ جے۔ شاخت۔ 'اور جینز' ص۲۷۸

(۱۷) ۱۹۵۳ء کے فسادات کی تحقیقات کے سلسلے میں حکومت پنجاب (پاکستان) کی جانب سے جو عدالت قائم ہوئی تھی اس کے سوالات کے علماء پاکستان کی طرف سے مختلف جوابات دیئے گئے۔ اس سوال کے جواب میں کہ دستور ساز ادارہ جو کہ ایک شخص یا چند شخصوں کے ایسے ادارے سے قطعاً الگ ہے جن کو اسلام کی تعبیر کا کام سونپا گیا ہے، کیا اسلامی سلطنت کا جزو لاینفک ہے؟ "صدر جمعیت العلمائے پاکستان مولانا ابوالحسنات نے کہا: "ہمارا قانون ہر لحاظ سے مکمل ہے اور اس کے سلسلے میں محض ان علماء کی تعبیر کی ضرورت پڑ سکتی ہے جو اس کے ماہر ہیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس کا حل قرآن وسنت میں موجود نہ ہو۔" 'رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری کانسٹی ٹیوٹیڈ انڈر پنجاب ایکٹ II آف ۱۹۵۴ء ص۲۱۱۔ نیز ملاحظہ ہو شاخت کی کتاب اور جینز ص۲۲۴-۲۲۷۔ محولہ بالا۔

(۱۸) اس پہلو پر اور خصوصاً امام شافعی کی اصول فقہ میں خدمات کے لئے دیکھئے مجید خدوری کا بلند پایہ مقدمہ 'اسلامک جیورس پروڈنس' پر محولہ بالا ص۴۴-۴۵

(۱۹) بروہی لکھتے ہیں کہ "اجماع کی تعریف یوں ہو سکتی ہے کہ وہ اسلامی قاعدہ جس پر حضرت محمدؐ صلعم کے ماننے والے فقہاء کا کسی خاص زمانے میں کسی قانونی مسئلے پر اتفاق رائے پایا جائے"۔ محولہ بالا ص۷۷۔ تاہم یہ ضروری نہیں کہ اتفاق رائے علانیہ اور بالصراحت ہو۔ اگر دوسرے فقہاء اس کے بارے میں سکوت بھی اختیار کریں تب بھی کافی ہے۔ دیکھئے ہر گرونئے محولہ بالا ص۲۷۸

(۲۰) قیاس اشارہ کرتا ہے اس عمل کی طرف کہ خاص نوع کے قضیے کے سلسلے میں قرآن اور حدیث میں جو مخصوص قاعدہ دیا گیا ہے، اسے دوسری نوع پر اس طرح اطلاق کرنا کہ یہ نوع پہلی نوع کے ساتھ ایک ہی جنس کے تحت

آجائے۔ ہرگرونئے محولہ بالا صہ ۹۹۔ شاخت ' اور جنز ' صہ ۴۹۔ صہ ۹۸-۹۹

(۲۱) اے۔ جے۔ آربری 'ریولیوشن اینڈ ریزن ان اسلام (لندن ۱۹۵۷ء) صہ ۱۷-۱۸

(۲۲) جے۔ شاخت 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈیولپمنٹ آف جیورس پروڈنس' رسالہ 'لا ان دی مڈل ایسٹ' میں محولہ بالا صہ ۲۸-۵۶ - صہ ۳۶ نیز دیکھئے۔ جے شاخت 'فارن ایلیمنٹ ان اینشنٹ اسلامک لا' رسالہ جرنل آف کمپریٹو لیجسلیشن اینڈ انٹرنیشنل لا، تیسرا سلسلہ (۱۹۵۰) جلد ۳۲ - صہ ۹ - ۱۷ گولڈزیہر 'دی پرنسپلز آف لا ان اسلام ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ' جلد ۷ صہ ۲۹۷ میں۔ سی سنوک ہرگونئے 'سیلیکٹیڈ ورکس' ایڈیٹر جی۔ ایچ۔ بوسکویٹ اور جے شاخت (لندن ۱۹۵۷) صہ ۵ نیز ملاحظہ ہو ایس۔ جی ویزی فٹزگیرلڈ 'نیچر اینڈ سورسز آف دی شریعہ' رسالہ "لا ان دی مڈل ایسٹ' میں محولہ بالا صہ ۸۵ - ۱۱۲ اور خاص طور پر دیکھئے صہ ۸۹-۹۶ اور صہ ۱۱۱ - نیز اسی مصنف کا مضمون 'دی ایلیجڈ ڈیٹ آف اسلامک لا ٹو رومن لا' رسالہ 'لا کوارٹرلی ریویو' میں جلد ۶۷ (۱۹۵۱) صہ ۸۱ - ۱۰۲۔

مصنف کا خیال ہے کہ اسلامی قانون پر رومن قانون کا نہیں، بلکہ یہودی قانون کا فیصلہ کن اثر پڑا ہے نیز ملاحظہ ہو عبدالرحیم کی رائے۔ وہ لکھتے ہیں: "اصول قانون کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے لئے اسلامی اور رومن ہر دو کے اصول فقہ کے نظریات میں ایک دوسرے سے مشابہ نکات کا جاننا بڑا دلچسپ ہوگا لیکن چونکہ مسلمان قانون دان خود رومن قانون کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے اور ان کے نظریات اسے اسلامی قانون کو مؤثر کرنے والے عنصر نہیں مانتے اس لئے کسی یقینی حد تک اس امر کا تعین کرنا کہ اسلامی قانون کس حد تک رومن قانون کا ممنون احسان ہے' بڑا مشکل ہے۔ عبدالرحیم محولہ بالا صہ ۲۳۔

(۲۳) الھدایہ۔ اسلامی قانون پر یہ ایک مستند کتاب ہے۔ اس میں ایک کافی بڑا حصہ "السیر" ہے۔ جس میں جنگ، معاہدات، مال غنیمت اور ذمیوں کے حقوق وغیرہ کے بارے میں قوانین ہیں۔

(۲۴) دیکھئے ایم۔ حمید اللہ کی کتاب 'مسلم کنڈکٹ آف سٹیٹ' (لاہور ۱۹۴۵) صہ ۵۔

(۲۵) ہنس کروسے 'دی فاؤنڈیشن آف اسلامک انٹرنیشنل جیورس پروڈنس'، رسالہ جرنل آف پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی (۱۹۵۶) صہ ۲۳۱ - ۲۶۷

(۲۶) اسلامی قانون پر تمام لکھنے والے قرآن کو اسی طرح پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے مثال کے طور پر ایم حمید اللہ کی کتاب 'مسلم کنڈکٹ آف سٹیٹ' (لاہور ۱۹۵۴) صہ ۱۶۔ عبدالرحیم محولہ بالا صہ ۱۷۔

(۲۷) مقابلہ کیجئے اے۔ کے۔ بروہی محولہ بالا صد ۵۷۱۔

(۲۸) قرآن کے اصل کے مطابق ہونے پر بروہی سر ولیم میور کی کتاب 'لائف آف محمد' سے اس کی یہ رائے نقل کرتے ہیں: "دنیا میں غالباً کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا متن بارہ صدیوں میں اس طرح خالص اور بے میل رہا ہو" دیکھئے بروہی صد ۷۷۱ محولہ بالا۔ نیز مقابلہ کیجئے ایڈمنڈ رباتھ۔

(۲۹) اوسٹروروگ کے خیال میں قرآن کی چھ ہزار آیتوں میں سے پانچ سو قانون کے متعلق ہیں۔ اوسٹروروگ 'دی انگورا ریفارم (لندن ۱۹۲۷) صد ۱۹۔ ایس۔ جی۔ ویزی فٹز گیرلڈ قانون سے تعلق رکھنے والی آیات کی تعداد اتنی بتاتا ہے۔ ایس۔ جی۔ ویزی فٹز گیرلڈ کا مضمون 'نیچر اینڈ سورسز آف دی شریعۃ' رسالہ 'لا ان دی مڈل ایسٹ' محولہ بالا صد ۸۵۔۱۱۲۔ رحیم الدین کمال کے نزدیک قرآن کی کوئی دو سو آیتیں ہیں، جو قانونی سوالات سے بحث کرتی ہیں۔ آر کمال 'دی کونسپٹ آف آکانسٹیٹیوشنل لا اِن اسلام، حیدر آباد ۱۹۵۵) صد ۱۰۵

(۳۰) ایڈمنڈ رباتھ محولہ بالا صد ۵۔

(۳۱) عبد الرحیم محولہ بالا صد ۱۷

(۳۲) میکڈانلڈ 'ڈی ویلپمنٹ آف مسلم تھیالوجی، جیورس پروڈنس اینڈ کانسٹیٹیوشنل لا' لندن (۱۹۱۳) صد ۶۹

(۳۳) امیر علی۔ محمڈن لا۔ جلد ا (کلکتہ ۱۹۱۲) صد ۶۔

(۳۴) اے یوسف علی 'ولسنز اینگلو محمڈن لا (بمبئی ۱۹۲۸) صد ۶۔

(۳۵) گرونے بوم 'میڈی ویل اسلام (شیکاگو ۱۹۵۳) صد ۷۹۔

(۳۶) جے۔ شاخت 'پری اسلامک بیک گراؤنڈ اینڈ ارلی ڈی ویلپمنٹ آف جیورس پروڈنس، رسالہ 'لا اِن مڈل ایسٹ' میں محولہ بالا صد ۲۸۔۵۶۔ صد ۳۲۔ ابتدائی اسلامی قانون میں قرآنی عنصر پر شاخت کے خیالات کافی گہرے ہیں۔ جے شاخت' اور جنز' صد ۲۲۴۔۲۷۔

(۳۷) عبد الرحیم محولہ بالا صد ۱۷۔ ایم حمید اللہ محولہ بالا صد ۴۔ مقابلہ کیجئے اے کے بروہی محولہ بالا صد ۷۵

(۳۸) ایم عبد اللہ دراز 'دی اوریجن آف اسلام ان اِسلام'، رسالہ 'دی سٹریٹ پاتھ' ایڈیٹر کینتھ ڈبلیو۔ مارگن (نیو یارک ۱۹۵۶ء) صد ۳۔۴۱۔

(۳۹) 'یونائیٹڈ نیشنز کانفرنس اون انٹرنیشنل آرگنیزیشن' جلد ۱۴۔ صد ۳۷۵۔۷۹

(۴۰) "...... ہم اسلام کو ایک ایسا نظام سمجھتے ہیں جیسے ہر منظم مذہب کی طرح مندرجہ ذیل پانچ

امور پر حاوی ہونا چاہیئے :-

۱- معتقدات، خاص طور سے بنیادی عقائد۔

۲- عبادات - جنہیں ایک شخص کو ضرور ادا کرنا ہوتا ہے۔

۳- اخلاقیات یعنی اخلاقی زندگی کے قواعد و ضوابط۔

۴- معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی ادارے۔

۵- قانون بنفس خود۔

ان سب امور سے متعلق جو احکام و ضوابط ہیں، ان کی خصوصی بنیاد وحی ہے، عقل نہیں۔ اگرچہ ان دونوں میں مطابقت ہو سکتی ہے۔ تاہم یہ مطابقت اتفاقی ہے۔ کیونکہ انسانی عقل سے غلطی ہو سکتی ہے۔ عقل کامل کا علم تو خدا تعالیٰ ہی کو ہے جو لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے انسانیت کی طرف اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعہ پیغام بھیجتا ہے۔ اس لئے ایک آدمی کا فرض ہے کہ معتقدات کو قبول کرے۔ عبادات بجا لائے۔ اخلاقیات کو دستور العمل بنائے، شریعت کی اطاعت کرے اور جن شعائر کے بارے میں اللہ نے وحی کی ہے، ان کو قائم کرے خواہ ان کا معقول ہونا بظاہر نظر نہ آئے، بلکہ خواہ وہ انسانی عقل کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ خدا سے غلطی کا وقوع ناممکن ہے۔ خدا نے جس چیز کی بھی وحی کی ہے۔ خواہ اس کا موضوع کوئی امر مخفی ہو یا مافوق الفطرت یا تاریخ، مالیات، قانون، عبادت یا کوئی ایسی چیز ہو جو انسانی فکر کی رو سے سائنس کے عمل دخل کو قبول کرتی ہے، جیسا کہ انسان کا پیدا ہونا، ارتقاء، علم کائنات یا علم نجوم، اسے ایک حقیقت مطلق کے طور پر ماننا لازمی ہے۔ 'رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری' محولہ بالا صد ۲۰۶۔ 'اینیلے سز آف دی منیر رپورٹ' میں مودودیوں نے بجا طور پر یہ بتایا ہے کہ اسلامی قانون کی خصوصی بنیاد کے معاملے میں علماء اور عدالت میں مشکل ہی کوئی فرق ہے۔ دیکھیے 'اینیلے سز آف دی منیر رپورٹ' مرتبہ خورشید احمد (کراچی ۱۹۵۶) صد ۱۴۳-۴۵۔

(۴۱) قرآن ۴۳: ۳-۴۔ ۵۶: ۷۶-۷۹ اور ۷۵: ۲۱-۲۲۔

(۴۲) پروفیسر ایچ اے گب اس نظریے پر کہ قرآن معصوم عن الخطا ہے، تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اس کی آخری قطعی دلیل مابعد الطبیعاتی ہے۔" گب 'محمڈنزم' محولہ بالا صد ۹۱۔

(۴۳) پروفیسر جے این ڈی اینڈرسن لکھتے ہیں: " ایک نیکو کار مسلمان کے لئے ان تمام صدیوں میں زندگی پر دو ہی علوم کا غلبہ رہا ہے ایک دینیات اور دوسرا قانون، دینیات ان تمام چیزوں کا تعین کرتی ہے جن کا

ماننا اس کے لئے لازمی ہے۔ اور قانون اس کے لئے اوامر اور نواہی پر مشتمل ہے۔" اینڈرسن "دی سگنی فیکینس آف اسلامک لا ان دی ورلڈ ٹوڈے"۔ محولہ بالا صد ۱۸۷۔

(۴۴) اس مسئلے پر شافعی کے خیالات کے لئے دیکھئے شاخت کی کتاب 'اورجنز' صد ۱۵

(۴۵) مقابلہ کیجئے شافعی۔ عبدالرحیم۔ محولہ بالا صد ۱۶۔ صد ۱۷۔ اس بارے میں عبدالرحیم تو اس حد تک جاتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں" اس لئے اسلامی اصول فقہ کا پہلا اصول موضوعہ ایمان ہے جس کے بنیادی معنی خدا کو ماننا اور تسلیم کرنا ہے ..... اس شہادت کو اپنے اعمال پر" عبدالرحیم محولہ بالا صد ۵۱

(۴۶) ابن خلدون۔ 'دی مقدمہ' ترجمہ از عربی فرنز روسنتھال (پینتھیون بکس نیویارک ۱۹۵۸) جلد ۱

(۴۷) ایضاً۔ صد ۳۸۔ اگر شارع کے اوامر ان امور کے بارے میں ہیں، جو خالصاً دینیاتی اہمیت رکھتے ہیں، تو ایک آدمی ان پر بلا کوئی سوال کئے ایمان لا سکتا ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ اس مضمون کے دائرے سے باہر ہے۔ ہم تو شارع کے ان اوامر کے حصے سے بحث کر رہے ہیں جن کا تعلق قانونی معاملات سے ہے۔

(۴۸) ایضاً

(۴۹) 'دی رپورٹ آف دی کورٹ آف انکوائری'۔ محولہ بالا صد ۲۰۶

(۵۰) چارلس سی ایڈمز' اسلام اینڈ ماڈرنزم ان ایجپٹ۔ اے سٹڈی آف دی ماڈرن ریفارم موومنٹ ان اگریٹیڈ بائی محمد عبدہ'۔ (آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۳۳)

(۵۱) ایضاً صد ۱۳۳۔ اور صد ۱۸۶۔

(۵۲) محمد اقبال' دی ری کنسٹرکشن آف ریلیجس تھاٹ (لاہور ۱۹۵۸) صد ۱۶۶

(۵۳) عبدہ اور اقبال نے 'اجتہاد کا دروازہ بند ہونے' کے روایتی عقیدے کے خلاف خاص طور سے بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر اقبال نے لکھا ہے۔ 'مسلمان آزاد خیالوں کی موجودہ نسل کا یہ دعویٰ کہ وہ خود اپنے تجربے اور جدید زندگی کے بدلے ہوئے حالات کی روشنی میں بنیادی قانونی اصولوں کی تعبیر کرنے کے مجاز ہیں، میرے خیال میں پوری طرح حق بجانب ہے'۔ اقبال۔ محولہ بالا صد ۱۶۸۔ نیز دیکھئے صد ۱۴۸-۴۹۔ اسی طرح عبدالرحیم نے اجتہاد کے دروازے کو بند کرنے کے عقیدے کے خلاف لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں (محولہ بالا صد ۳۵) میں یہاں یہ بتا دوں کہ یہ خیال پایا جاتا ہے کہ اس کے بعد اسلامی قانون کی مزید وضاحت نہیں ہوئی۔ پرانے فقہا نے چونکہ ہر سوال کا اندازہ کر لیا تھا، اس لئے انھوں نے اس کا حل بھی پیش کر دیا تھا۔ یہ خیال نظر بظاہر بڑا کمزور

ہے اور یہ مبنی بر حقیقت بھی نہیں۔

(۵۴) لیکن مودودیوں کا استدلال ہے کہ کسی خدائی حکم کا انسانی عقل سے متصادم ہونا ناممکن ہے' این اَنیلیے سنز آف منیر رپورٹ، محولہ بالا صد ۱۴۱ بنوٹ ۴۰

(۵۵) عام طور پر کس طرح آخر میں استدلال کی جگہ اسلام میں وحی نے لے لی۔ اس کے لئے دیکھئے :۔ اے جے آر بیری 'ریویلیشن اینڈ ریزن اِن اسلام' (لندن ۱۹۵۷) صد ۶۵ نیز دیکھئے صد ۵۵ اور صد ۶۔

(۵۶) مقابلہ کیجئے ہنس کیلسن 'دی آئیڈیا آف جسٹس اِن دی ہولی سکرپچرز' مجموعہ مضامین میں ایک سلسلہ مضامین بعنوان 'وٹ اِز جسٹس' (یونیورسٹی آف کیلیفورنیا پریس ۱۹۵۷) صد ۲۵ - ۸۱ خاص طور سے صد ۳۱

(۵۷) ہنری مین۔ 'اینشنٹ لا' (لندن ۱۸۹۷) صد ۶۔

(۵۸) روسکو پونڈ (انٹرپریٹیشنز آف لیگل ہسٹری)۔ (ہارورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۴۶) صد ۱۲۵ - ۲۶۔ جے سٹون 'دی پراونس اینڈ فنکشن آف لا (ہارورڈ یونیورسٹی پریس ۔ ۱۹۵۰) صد ۵۶ ۴۔ گروچ 'سوشیالوجی آف لا' (لندن ۱۹۴۷) صد ۲۳۶۔

(۵۹) روسکو پونڈ ن ۵۸ صد ۱۲۵ - ۲۶

(۶۰) مجید خدوری۔ 'وار اینڈ پیس اِن دی لا آف اسلام' (بالٹی مور ۱۹۵۵) صد ۲۳۔ ہنس کیلسن 'جنرل تھیوری آف لا اینڈ سٹیٹ' (ہارورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۴۶) صد ۵ اور صد ۱۷۔

(۶۱) اسلام کے قانون کے ذریعہ جو معاشرتی اصلاحات ہوئیں' ان کے لئے دیکھئے بروہی۔ محولہ بالا صد ۷۷

(۶۲) عبدالرحیم محولہ بالا صد ۷۷ - ۱۱۵۔ محمد علی 'ریلیجن آف اسلام' (لاہور ۱۹۳۶) صد ۴۶ ۔ ایف بی طیب جی محولہ بالا صد ۴۔ لیکن مولانا مودودی نے بظاہر ایسے قواعد وضع کئے ہیں جو کم سے کم پہلی نظر میں دیکھنے سے دوسرے مسلمان اہل قلم سے مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فری لینڈ کے ایبٹ کا مضمون مسلم ورلڈ (۱۹۵۸) میں مولانا مودودی اینڈ قرانک انٹرپریٹیشن' صد ۶ - ۱۹ ۔ نیز ملاحظہ ہو مجید خدوری 'اسلامک جیورس پروڈنس' محولہ بالا صد ۹۶ - ۱۰۸ تعبیر کے مختلف اصولوں کے لئے۔

(۶۳) ایچ اے آر گب 'محمڈنزم' محولہ بالا صد ۹۳ - ۹۴۔ ایس جی ویزی فٹز گیرلڈ کا مضمون 'نیچر اینڈ سورسز آف دی شریعہ' رسالہ 'لا اِن دی مڈل ایسٹ' میں محولہ بالا صد ۸۵ - ۱۱۸ خاص طور سے صد ۸۷

(۶۴) عبدالرحیم محولہ بالا صد ۷۸۔

(۶۵) ایضاً صد ۸۲ -

(۶۶) ایضاً صد ۱۱۱ -

(۶۷) محمد علی محولہ بالا صد ۴۶ -

(۶۷ الف) مجید خدوری "اسلامک جیورس پروڈنس، محولہ بالا صد ۳۶۔ صد ۱۲۳ - ۱۴۵ : - شافعی لکھتے ہیں۔ "بے شک اللہ نے انسانوں کو اس مقصد کے لئے جو اس کے علم میں تھا اور اس مقدر کے لئے جو ان کے لئے مقرر کیا تھا، پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بدلا نہیں جا سکتا۔ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ اللہ نے انسانوں کے لئے ایک ایسی کتاب نازل کی، جس نے ہر چیز کو کھول کر بیان کر دیا۔ اور وہ ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی۔ اس کتاب میں اللہ نے بعض احکام واجب کئے ہیں اور بعض اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے ان کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے منسوخ کر دیئے ہیں اور یہ اس لئے کہ انہیں تسلی دے اور ساتھ ساتھ اُن کو اپنی نعمتوں سے نوازے"۔ خدوری محولہ بالا صد ۱۲۳

(۶۸) فری لینڈ کے ایبٹ۔ رسالہ 'مسلم ورلڈ' میں مضمون "مولانا مودودی اینڈ دی قرآن" (۱۹۵۸) صد ۹۰۶ -